ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر نیلم
ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ سٹی گرلز کالج گلبہار پشاور
ڈاکٹر ندیم حسن
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، جامعہ چترال

علامہ اقبال کے شعری مجموعے بانگِ درا کی نظموں میں "انجم" کا حوالہ

Dr. Neelam*
Associate Professor, Government City Girls College Gulbahar Peshawar.
Dr. Nadeem Hassan
Assistant Professor, Department of Urdu, Chitral University.

***Corresponding Author:** drneelam@gmail.com

The Word Anjum in the Poetic Book Bang-E-Dara Written By Alama Iqbal

The circumstances and events of this period and the decline of Muslims played an important role in Iqbal's mental formation. If Iqbal's poetry is studied from the beginning, it comes out that he started with poetic poetry, but soon abandoned the themes of traditional poetry and wrote poetry for the reformation of the nation. His poetry awakened the Muslims so much. The book "Bang Dara" was indeed a wake-up call for the fallen Muslim caravan. In all these poems, the same philosophy of Iqbal can be seen. Iqbal has revealed the secret of national life through the language of stars, that is, he has made this fact clear that Muslims, if they want to develop as a nation, should learn from the life of stars. Their system is mutual absorption. It is established by the same way that Muslims can also develop due to mutual cooperation.

Key Words: *Muslims, Iqbal, Poetry, Abandoned, Nation, Bang Dara.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

اُردو شاعری کے حوالے سے علامہ محمد اقبال کا نام اس قدر بلند ہے کہ ان کے مقابلے میں کوئی ایسا شاعر صدیوں تک رونما نہیں ہوا جو ان کا مقابلہ کر سکے۔ انھوں نے اپنے دور اور مسلمانوں کے زوال کو گہری نگاہ سے دیکھا اور پرکھا اور اپنی شاعر کے ذریعے مسلمانوں کو اس انحطاط سے نکلنے میں مدد کی۔ ان کے اپنے دور کے حوالے سے جو نظریات و محسوسات اور جذبات تھے۔ ان تمام کو اپنی شاعری میں بڑی گہرائی سے پیش کر دیا۔

اقبال کی ذہنی تشکیل میں اس دور کے حالات و واقعات اور مسلمانوں کے زوال نے اہم کردار ادا کیا۔

ابتدا سے اقبال کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے ابتدا روایتی شاعری سے کی لیکن جلد ہی روایتی شاعری کے موضوعات کو ترک کر کے قوم کی اصلاح کے لیے شاعری کی۔ ان کی شاعری نے مسلمانوں کو اس قدر بیدار کیا کہ وہ آزادی کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے مذہبی، سیاسی اور رومانوی شاعری کے علاوہ طنزیہ ومزاحیہ شاعری بھی کی۔ جس میں مغرب کی تقلید کرنے والے نوجوانوں کو تنقید کا نشانہ بنایا اور انھیں سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی۔

"بانگ درا" کتاب واقعی مسلمانوں کے زوال زدہ قافلے کے لیے آگے بڑھنے کی گھنٹی ثابت ہوئی۔ "بانگ درا" میں بہت سے موضوعات پر مبنی نظمیں ملتی ہیں لیکن "انجم" کے حوالے سے اگر ان کی نظموں کا مطالعہ کیا جائے تو ان تمام نظموں میں اقبال کا ایک ہی فلسفہ حرکت و عمل دکھائی دیتا ہے۔ شاعر کے نزدیک حرکت و عمل کے بغیر زندگی بیکار ہے۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔

شاعر نے اپنی نظموں میں ستاروں کے ذریعے دنیا میں موجود ہر چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر چیز میں حرکت لازم ہے اس کے بغیر ہر شے مردہ کہلانے کے قابل ہے۔ ان نظموں میں سورج اور چاند کے اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کوئی بھی شے اگر ایک مقررہ وقت میں عروج پر ہے تو ایک نہ ایک دن اسے زوال آنا بھی لازمی ہے۔ اس کی مثال وہ سورج اور ستاروں سے بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ستارے جو پوری رات فلک پر چمکتے ہیں اور ان کی اس چمک کو اندھیری رات میں کوئی نہیں ختم کر سکتا لیکن جب صبح کا وقت ہوتا ہے اور سورج کی آمد ہوتی ہے تو ستاروں کی روشنی آخر کار مدہم پڑ جاتی ہے اور یوں وہ زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

نظم "صبح کا ستارہ"

نظم "صبح کا ستارہ" علامہ محمد اقبال کی بانگ درا میں موجود نظموں میں سے ہے۔ بانگ درا تین حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ نظم حصہ اول میں موجود ہے۔

"صبح کا ستارہ" بانگ درا سے پہلے رسالہ مخزن میں ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں اقبال نے اس ستارے، جو صبح کے وقت ختم ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ روشن بھی ہو تا ہے کی زبانی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دنیا میں بقائے دوام پانا چاہتا ہے تو وہ اپنے دل میں عشق حقیقی کا بھرپور جذبہ پیدا کرے اور یہی ایک وجہ اسے بقائے دوام تک پہنچا سکتی ہے۔ اس نظم میں صبح کے ستارے کی گفتگو کے ذریعے عشق کے جذبے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ بقول یوسف سلیم چشتی:

> "یہ نظم اقبال کی قوت تخیل کا کرشمہ ہے۔ مقصد اس نظم سے یہ ہے کہ اگر کسی کو حیات ابدی کی آرزو ہو تو اپنے اندر عشق کا سوز پیدا کر لے۔ اس حقیقت کو انہوں نے صبح کے ستارے کی زبان سے ادا کیا ہے۔ " (۱)

صبح کا ستارہ جو سورج اور چاند کا پڑوسی ہے۔ اس کا گھر سورج اور چاند کے آس پاس واقع ہے، کہتا ہے کہ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں سورج اور چاند کے ساتھ دن رات رہنا چھوڑ دوں اور یہ صبح کی آمد جو میرے ختم ہونے سے ہی ہوتی ہے، دل چاہتا ہے کہ میں یہ کام چھوڑ دوں۔ ستارہ چاہتا ہے کہ اس کے ارد گرد جو ستارے ہیں وہ ان ستاروں کی اس محفل کو چھوڑ دے۔ اس کے خیال میں یہی اس کے لیے بہتر ہے اس کا خیال یہ ہے کہ اسے اس بلندی کے باوجود کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ ستارہ کہتا ہے کہ اس سے میرے لئے زمین والوں کا نشیب اچھا، اس پستی میں رہنا میرے لئے زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ اس کے خیال میں وہ سارا دن اور ساری رات چمک چمک کر تھک جاتا ہے لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں ملنے والا۔

ستارہ کہتا ہے کہ یہ بلندی میرے کسی کام کی نہیں۔ میں بغیر کسی فائدے چمکتا رہتا ہوں۔ میری اس چمک سے مجھے اندھیرا زیادہ عزیز ہے۔ ان اشعار کی وضاحت غلام رسول مہر یوں کرتے ہیں:

> "میری قسمت میں ہر روز جینا اور مرنا لکھا ہے موت کا ساقی مجھے اپنے ہاتھ سے صبح کی شراب پلاتا ہے۔ یعنی صبح ہوتے ہی میں ختم ہو جاتا ہوں۔ یہ خدمت، یہ عزت اور بلندی ہر گز اچھی نہیں۔ گھڑی بھر کے چمکنے سے تو اندھیرا بہتر معلوم ہوتا ہے۔" (۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

بند کا آخری شعر میں ایک گہری سوچ پوشیدہ ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

میری قدرت میں جو ہوتا، تو نہ اختر بنتا
قعر دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا (۳)

شاعر ستارے کی زبانی ایک گہری بات کر رہے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالی کے بس میں ہے جسے جو بنائے لیکن اگر میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی ستارہ نہ بنتا اور نہ ہی بننے کی خواہش کرتا بلکہ میں تو سمندر کی گہرائی میں جو موتی ہوتا ہے وہ بننا زیادہ پسند کرتا کیونکہ وہ ساری عمر سمندر کی گہرائیوں میں بسر نہیں کرتا، آخر کار کچھ نہ کچھ بن کر سامنے آتا ہے۔ شاعر موتی کو ستارے کے استعارے کے طور پر پیش کر رہے ہیں وہ موتی جو سمندروں کی گہرائیوں میں موجود ہوتے ہیں لیکن اپنی ساری زندگی وہاں بسر نہیں کرتے۔ آخر کار وہاں سے نکل کر کسی حسینہ کے گلے کے ہار کا ایک حصہ بن جاتے ہیں۔ ستارے کی گفتگو بڑی خوبصورت اور دلکش انداز میں بر قرار ہے، کہتا ہے کہ اگر میں سمندر کی تہہ میں موجود موتی ہوتا تو میری خوش قسمتی یہ ہوتی کہ اگر میں کبھی سمندر کی جوشیلی لہروں سے پریشان بھی ہو جاتا۔ تو وہاں سے بڑے اطمنان کے ساتھ نکل کر کسی حسینہ کے گلے میں موجود ہار کا ایک خوبصورت چمکتا ہوا موتی بن جاتا۔ کم سے کم وہ میری اس موجودہ حالت سے تو بہتر ہوتا اور یہ ضروری نہیں کہ میں صرف کسی کے گلے کے ہار کا حصہ بنتا بلکہ کسی بادشاہ کی ملکہ کے سر پر جو دلکش و دلآویز تاج ہوتا ہے اس میں ایک خوبصورت چمکتا ہوا موتی ہوتا۔
شاعر موتی کی اہمیت بیان کر رہے ہیں کہ وہ جو دیکھنے میں تو ایک عام پتھر کی مانند ہوتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اگر اس کی قسمت کھل جائے تو وہ کچھ لمحوں میں ایک الگ مقام پالیتا ہے۔ جس طرح عام سا موتی حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں موجود نگینہ بن گیا تھا۔

شاعر ستارے کے ذریعے ہر چیز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر ایک شے ساری عمر بے مقصد اور بے معنی زندگی گزار لے تو اس کے جینے کا کیا فائدہ۔ اس سے تو اس کا نہ ہونا زیادہ بہتر ہوتا۔ اس لیے ہر چیز کا اس دنیا میں موجود ہونے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہونا بہت ضروری ہے۔

ستارے کے دل میں بھی یہی بات بار بار آ کر اسے پریشان کر رہی ہے وہ سوچتا ہے کہ اگر وہ کسی ہار یا انگوٹھی کا موتی بن بھی جائے لیکن پھر بھی اسے بقائے دوام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ چیز جس کا وہ حصہ ہے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو بھی اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ وہ کہتا ہے اس سے تو بہتر یہی ہو گا کہ میں شبنم کی مانند پھول پر فدا ہو جاؤں۔ شعر ملاحظہ ہو:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے یہ انجام اگر زینت عالم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر؟(۴)

شاعر اس نظم میں موتی، نگینے اور آنسوں کو استعارے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال کی شاعری استعارے کے فن سے مالامال ہے اور اسی فن نے دوسرے فنون کی طرح ان کی شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ بقول عبد السلام ندوی:

"ڈاکٹر صاحب اکثر مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے ذریعے سے ادا کرتے ہیں، اس بناء پر ان کے کلام میں تشبیہات و استعارات کی کثرت ہے۔ اور ان میں تشبیہ و استعارہ کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں، تشبیہ و استعارہ کا عام اور معمولی وصفیہ ہے کہ قریب الماخذ ہوں، محسوس ہوں اور اس کے ساتھ ان میں جدت و تازگی پائی جائے "(۵)

علامہ محمد اقبال کے کلام میں استعارات کی خوبی اپنی مکمل خوبصورتی کے ساتھ موجود ہے۔ ستارہ چونکہ ایک انسان کی مانند خواہشات سے بھرپور ہے، کہتا ہے کہ یہ بھی اچھا ہی ہو گا کہ کسی حسینہ کے ماتھے کا ٹیکا بن جاؤں یا پھر ایک ایسے مظلوم، جو شدید ظلم سہہ کر بھی منہ سے اف تک نہیں نکالتا بلکہ آنسو بہا کر اپنے دل کو تسلیاں دیتا ہے، کی آہوں میں شامل ہو جاؤں۔ اس کے بعد ستارے کے دل میں ایک اور خیال آتا ہے کہ ایک ایسی بیوی جس کا شوہر اس سے جدا ہو جائے اور وہ یہ جدائی نہ سہہ سکے۔ اس کا سرخ و سفید چہرہ شوہر کی جدائی میں پیلا پڑ جائے لیکن یہ عالم بھی اس کے حسن کو دوبالا کر دے اور اس کی آنکھوں سے جو آنسو نکلتا ہے، میں وہ آنسو بن کر اس کی آنکھ سے ٹپک پڑوں اور اسی وقت زمین کی مٹی میں مل کر بقائے دوام حاصل کر لوں۔ میرا دل اسی کا طلب گار ہے۔ شاعر ایک مظلوم کے آنسو کے ذریعے عشق کے جذبے کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس نظم کو پیش کرنے سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ عشق کا جذبہ ہی حیات ابدی کا باعث بنتا ہے۔ اقبال اپنی کتاب بال جبریل کی نظم مسجد قرطبہ میں یوں رقم طراز ہیں:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام(۶)

نظم "ستارہ":

یہ نظم ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۴ء کے عرصے کے درمیان لکھی جانے والی نظموں میں سے ایک ہے۔ یہ بانگ درا میں موجود حصہ سوم کی دوسری نظم ہے جو آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

موضوع کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس نظم میں علامہ اقبال نے بدلتے ہوئے وقت اور رجحانات کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ انقلاب ہی کی وجہ سے زندگی کی خوبصورتی ہے۔ اس نظم میں شاعر ستارے سے ہمکلام ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ستارے!

ذرا ایک بات تو بتا میں تجھے ہر وقت خوف زدہ حالت میں دیکھتا رہتا ہوں تو کس وجہ سے اس قدر ہراس کا شکار ہے؟ یا تو صبح کی آمد سے پریشان ہے یا یہ بات ہے کہ تجھے حسن کے انجام کا پتہ چل گیا ہے۔ حسن کو آخرکار زوال ضرور آتا ہے۔

شاعر نے ستارے سے ہم کلام ہو کر ایک گہری سوچ ظاہر کی ہے کہ دنیا میں ہر شے کو زوال ضرور حاصل ہو گا۔ اگر وہ آج عروج پر ہے تو کل اسے زوال ضرور آئے گا۔

صبح کے وقت جب سورج کی روشنی پھیل جاتی ہے تو ستارے جو ساری رات آسمان پر راج کرتے ہیں سورج کی روشنی میں ان کی روشنی مدہم پڑ جاتی ہے اور یوں ان کو زوال حاصل ہو جاتا ہے یعنی ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال نے فنی مہارت کے ذریعے بڑی خوبصورتی سے ستارے کا حال بیان کرتے ہوئے دنیا کی ہر شے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر شے میں تغیر و تبدیلی واقع ہونا لازمی ہے۔ اس کے بغیر زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہر چیز کو زوال آنا لازم و ملزوم ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاعر علامہ محمد اقبال نے مقصدیت کے حوالے سے بے شمار نظمیں لکھیں ہیں اور ہر نظم میں انہوں نے کمال کا لہجہ استعمال کیا ہے۔ خوبصورت الفاظ کے ذریعے اپنے موضوع کو قاری تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس خاص لہجے کے بارے میں ایک صاحب ذوق کہتے ہیں کہ:

"اقبال کی جس خصوصیت نے مجھے حد سے زیادہ اس کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ وہ اس کا لہجہ (Tone) ہے۔"[۷]

یہ نظم بھی الفاظ کی خوبصورتی سے مالا مال ہے۔ دلکش اور بامعنی الفاظ کے ذریعہ ستاروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس نظم میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ زمین پر موجود ہر مخلوق بے چین و بے قرار ہے اور ہر کوئی بے چینی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ ہر شے تحریک میں ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعر چونکہ زمین پر موجود ہر مخلوق کو بے چین و بے قرار سمجھتے ہیں۔اس لئے جب آسمان کی طرف نظر دوڑاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی سکون محال ہے۔ستارے اور چاند یہاں تک کہ ہر شے بے چین اور بے سکون ہے۔تو بہت حیرت کے ساتھ ستارے سے کہتے ہیں کہ تجھے تو سطح زمین سے بہت دور اللہ تعالیٰ نے گھر دیا ہے اور تو بے حد بلندی پر ہے۔تجھے آخر کس بات کی بے قراری ہے۔تجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ تو اس بلندی پر ہے لیکن اس کے بر عکس تو مجھے تھرتھراہٹ کا شکار دکھائی دے رہا ہے اور خوف کے مارے لرز رہا ہے۔

شاعر تغیر اور تبدیلی کو ایک اچھی چیز ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی چیز کے عروج کے لئے دوسری چیز کو زوال آنا ایک عام سی بات ہے۔جس چیز کو ہم موت کا نام دیتے ہیں وہ اصل میں زندگی کا ایک دوسرا روپ ہوتا ہے۔اس بات کا اظہار شاعر نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کیا ہے کہتے ہیں:

وداع غنچہ میں ہے راز آفرینش گل (۸)

اس مصرعے میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ کلی بذات خود ایک حسین شے ہے لیکن اس کا حسن زیادہ دیر بر قرار نہیں رہتا۔زوال اس کی قسمت میں ضرور ہے اس کے زوال کے سبب ہی پھول کی پیدائش ہو سکتی ہے اور پھول تو کلی سے بھی زیادہ حسن کا مالک ہے یعنی کلی کی موت پھول کی زندگی بن جاتی ہے۔بقول غلام رسول مہر:

"قدرت کے کارخانے میں ٹھہراؤ ممکن نہیں یعنی کوئی چیز ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ زمانے میں کسی چیز کو بقاہے۔تو صرف تغیر کو ہے یعنی ہر چیز بدلتی جاتی ہے۔صرف تغیر باقی ہے۔"(۹)

شاعر ستارے کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تجھے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔تغیر اور انقلاب ہی سے زندگی کی کشتی رواں دواں ہے۔اگر کسی شے کو ثبات حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف تغیر و انقلاب ہے۔یوسف سلیم چشتی اس نظم پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس نظم سے اقبال ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ اس کائنات میں سکون ناممکن ہے۔یہاں ہر گھڑی انقلاب اور تغیر رونما ہوتا رہتا ہے۔اگر اس کائنات میں کسی چیز کو دوام اور پائیداری ہے تو وہ یہی قانون تغیر ہے۔"(۱۰)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

نظم "دوستارے"

علامہ محمد اقبال نے مناظر فطرت پر بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔اپنی شاعری کے تیسرے دور میں اقبال فطرت کے بہت قریب تھے اور اسے گہری نگاہ سے دیکھا۔انہوں نے اپنی نظم دوستارے بھی اسی حوالے سے لکھی ہے اور انہوں نے اپنی نظموں میں انسان کی زندگی کو فطرت سے جوڑنے کی کوشش کی۔

نظم "دوستارے" علامہ اقبال کی کتاب بانگ درا کے حصہ سوم میں موجود تیسری نظم ہے. جو فطرت کے مناظر پر لکھی گئی ہے۔

اقبال نے زندگی میں موجود بہت سے چھوٹے بڑے مسائل کو کسی نہ کسی چیز کے حوالے سے پیش کیا ہے۔اسی لیے شاعر نے ہر شے کے فانی ہونے کو ستاروں کے مابین مکالمہ کے ذریعے پیش کیا ہے۔اس حوالے سے یوسف حسین خان اپنی کتاب روح اقبال میں رقم طراز ہیں۔

"اقبال بھی اپنے فنی پیش رو کی طرح انسانی دل کی کسوٹی پر فطرت کے کھرے کھوٹے کو پرکھتا ہے۔"(۱۱)

اس نظم میں دوستاروں کے مابین مکالمہ کو ایک دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ جب آسمان پر موجود دو ستاروں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو ایک تارہ دوسرے سے کہنے لگا کہ ہماری جو آج یہ اچانک ملاقات ہوئی تو ہمارا یہ ملاپ کیا ہمیشہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔اگر ایسا ہو جائے تو کتنا اچھا ہو گا،ستارہ دوسرے سے کہتا ہے کہ اگر ہم ایک ہوگئے تو ہمارا یہ ملنا ہمارے لیے انتہائی خوشی کا باعث ہو گا۔ستارہ آسمان کے بارے میں سوچ کر کہتا ہے کہ اگر یہ آسمان تھوڑی سی محبت و شفقت کا مظاہرہ کرے اور ہمارے ساتھ تھوڑی سی ہمدردی کر کے ہمیں جدا نہ ہونے دے۔تو ہم دونوں کے ملنے کا یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ ہماری چمک کے ملاپ سے آسمان اور بھی روشن ہو سکتا ہے۔غلام رسول مہر اپنی کتاب میں اس حوالے سے کہتے ہیں۔

"کاش یہ ہر وقت کی گردش انجام کو پہنچے اگر آسمان ہم پر تھوڑی سی مہربانی کرے اور چکر سے نجات دے تو ہم دونوں مل کر چمکنے لگیں" (۱۲)

علامہ محمد اقبال نے ستاروں کے ملاپ کی اس بات کو اس لئے واضح کیا ہے کہ جدائی ہر شے کا مقدر ہے اور ہر شے کو جدائی کا مزہ چکھنا ہے۔یہی اس دنیا کا قانون ہے۔بقول غلام رسول مہر:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

"ہر ایک راستہ پہلے سے مقرر ہو چکا ہے۔آشنائی کا قائم اور باقی رہنا ایک ایسا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔جدائی ہی اس دنیا کا دستور ہے۔"(۱۳)

ستارہ دوسرے ستارے سے کہتا ہے کہ زندگی بھر اکٹھا رہنے کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ہمیں جدائی کا یہ کڑوا گھونٹ کبھی تو پینا ہو گا۔ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔تقدیر نے ہماری قسمت میں چکر لگانا ہی لکھا ہے اور یہ صرف ہمارا حال نہیں بلکہ ہر شے کو انقلاب حاصل ہے۔کوئی بھی شے ساری عمر جامد نہیں رہ سکتی۔

شاعر آخری شعر میں اس مکمل نظم کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

ہے خواب ثبات آشنائی
آئین جہاں کا ہے جدائی (۱۴)

موضوعاتی لحاظ سے شاعر نے اس نظم میں یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ فنا اور جدائی ہر شے کا مقدر ہے۔کوئی بھی چیز ازل سے آخر تک ایک ہی جگہ جامد اور قائم نہیں رہ سکتی۔ہر چیز کے لئے تغیر و تبدیلی لازم و ملزوم ہے اور انقلاب کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہر چیز کو عروج کے بعد زوال آنا لازمی ہے۔

اس کی وضاحت شاعر نے ستاروں کی زبانی کی ہے کہ اگر ستاروں کی پوشیدگی کا عمل نہ ہو تو روشن صبح کا آنا ناممکن ہے۔اس لیے ان کا صبح کے وقت ختم ہونا ضروری ہے۔ان تمام مثالوں کے ذریعے انہوں نے انسان کو اپنے موجودہ حال پر خوش و خرم رہنے کی تاکید کی ہے۔اس حوالے سے جناب اسرار زیدی رقم طراز ہیں۔

"جو لوگ عازم سفر اور حرکت میں رہتے ہیں اور منزل کا تعین کر لیتے ہیں وہ ہمیشہ کامیاب و کامران رہتے ہیں۔" (۱۵)

نظم:"بزم انجم"

بزم انجم اقبال کی کتاب بانگ درا کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے۔جو تین بندوں پر مشتمل ہے۔انکی ہر نظم اور غزل فنی اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔نظم "بزم انجم" بھی فنی اور فکری حوالے سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔اس نظم میں سورج کے غروب ہونے کے مناظر کو دلکش انداز میں پیش کیا ہے کہ جس وقت دن ختم ہوتا ہے اور سورج غروب ہوتا ہے اس وقت جو مناظر آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہیں ان مناظر کو اس نظم میں قلمبند کیا ہے۔شاعر کہتے ہیں کہ سورج کی روشنی جس کی وجہ سے دن میں روشنی پھیلی ہوتی ہے۔جب اس کے غروب ہونے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

کا وقت آیا اور اس نے دن کو خیر باد کہا۔ دن میں چونکہ ہر طرف سفید روشنی چھائی ہوتی ہے۔ شاعر اس سفیدی مائل روشنی کو چاندی سے تشبیہ دے رہے ہیں اور کہتے ہیں:

پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے[۱۶]

اس شعر کو اگر فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو الفاظ کے حسن نے ان کی فکر کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ وہ دن کے مناظر کو چاندی اور شام کے مناظر کو سونے سے تشبیہ دیتے ہیں یعنی شام کے وقت جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو آسمان کے مناظر سونے کی مانند زرد دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں تشبیہات و استعارات سے کام لے کر تخیل اور تصوراتی کرداروں کے ذریعے مسلمان قوم کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس حوالے سے اس نظم کو تمثیلی نظم کہنا بے جانہ ہو گا۔

اقبال نے اس نظم میں ہر بات تخیل کے زیر اثر کی ہے۔ انہیں تصوراتی دنیا میں جینے کی عادت تھی اس لیے ان کی نظموں میں بھی تخیلی انداز قدم جمائے ہوئے ہے۔ یوسف حسین خان اقبال کے تخیل کے بارے میں کہتے ہیں۔

"اقبال کے کریکٹر اس کے اندرونی وجدان کا عکس ہیں لیکن وہ اپنے تخیل کی دنیا میں ایسا گم نہیں ہو جاتا کہ حقیقی اور اصلی دنیا کے مظاہر اس کے لئے موجود نہ رہیں۔ اس کے کریکٹر اس کے تصور حیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ پہلے وہ ان کی تصویر اپنے آئینہ نفس میں دیکھتا ہے اور پھر دوسروں کو دکھاتا ہے۔"[۱۷]

ستارے چونکہ زمین سے بے حد دوری پر ہیں اور اپنا کام بخوبی سر انجام دے رہے ہیں۔ جب رات کا وقت آیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد تاروں کے چمکنے کا وقت آیا تو ایک فرشتے نے تمام ستاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے رات کے نگہبانوں! اگرچہ تم آسمان کے باسی ہو اور زمین سے بہت دوری پر ہو لیکن ایک کام تو کرو، اپنی اس چمک کے زریعے ایسا سر چھیڑو کہ زمین پر جو لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہیں، وہ جاگ جائیں اور تمھاری اس آواز کو سن کر بے دار ہو جائیں۔

شاعر کو چونکہ مسلمانوں کے زوال اور برے حالات کا انتہائی دکھ تھا۔ وہ مسلمانوں کے ان برے حالات کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو شاعری کے ذریعے غفلت کی نیند سے جگانے کی کوشش کی اور مسلمانوں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

کو ستاروں سے تشبیہہ دی کہ جس طرح ایک ستارہ انفرادی طور پر آسمان کو روشن نہیں کر سکتا لیکن جب بہت سے ستارے مل کر اجتماعی طور پر چمکتے ہیں تو تمام فلک ان کی چمک سے روشن ہو جاتا ہے۔شاعر کہتے ہیں یہی مثال مسلمانوں کی بھی ہے اگر وہ اجتماعی طور پر ملت اسلامیہ کے فروغ کے لئے جدوجہد کریں تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی بلکہ انہیں اپنی خودی کو پانالازمی ہے۔

یوسف سلیم چشتی کے بقول:

"اس دلکش تمثیلی نظم میں اقبال نے تاروں کی زبان سے قومی زندگی کاراز فاش کیا ہے یعنی یہ حقیقت واضح کی ہے کہ مسلمان اگر بحیثیت قوم ترقی کرنا چاہتے ہیں تو تاروں کی زندگی سے سبق حاصل کریں۔ان کا نظام جذب باہمی سے قائم ہے اسی طرح مسلمان بھی الفت باہمی کی بدولت ترقی کر سکتے ہیں۔"(۱۸)

اس نظم میں بھی اقبال کا فلسفہ حرکت و عمل جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ کہتے ہیں کہ حرکت و عمل ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔جمود کا شکار انسان مردہ انسان کے مترادف ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے پرانی روایات کو ترک کرنے کو بھی موضوع بنایا ہے کہ وہ روایات جو بےکار اور بے سود ہیں۔ان روایات سے قطع تعلق کرنا بہتر ہے نہ کہ ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا جائے۔شاعر کہتے ہیں کہ انسان کو نئے زمانے کے نئے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔جدید دور کے انسان کو جدید دور کے آلات سے فائدہ اٹھا کر ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اپنے اسلاف کے کارناموں اور فائدہ مند روایات کو بھی بے سود روایت کے ساتھ ترک کیا جائے بلکہ فائدہ مند روایات کو ضرور اپنایا جائے۔شاعر نے مسلمانوں پر طنز کیا ہے کہ وہ بات جو ستارے اپنی تھوڑی سی زندگی میں سمجھ گئے ہیں۔انسان اپنی اتنی زیادہ عمر میں اسے سمجھ نہیں سکے۔ نظم کے آخر میں شاعر مسلمانوں کو ربط، تنظیم، نظم و نسق، عمل، برداشت اور صبر کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں (۱۹)

اسی شعر کی وضاحت کرتے ہوئے غلام رسول مہر فرماتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

"تمام نظام صرف باہمی کشش کے باعث قائم ہیں یعنی جب تک ایک دوسرے سے محبت اور تعلق قائم ہے نظام باقی ہے۔ جہاں یہ کشش ختم ہوئی نظام درہم برہم ہو گیا۔ تاروں کی زندگی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔"[۲۰]

نظم: "شبنم اور ستارے"

علامہ محمد اقبال کی یہ نظم ان کی کتاب بانگ درا میں موجود ہے۔ اس نظم میں اقبال نے ستاروں اور شبنم کو اپنا موضوع بنایا ہے اور ان دونوں کے مابین مکالمہ کے ذریعے اپنی فکر اور سوچ کو ہم تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

ایک رات ستارے رات کی نمی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو ایک لافانی شے ہے، تونے تو پتہ نہیں کتنی ہی دنیائیں دیکھی ہیں اور ان میں موجود چیزوں کے عروج کے بعد ان کے زوال کو بھی دیکھا ہے اور تم ہر صبح ایک نئے منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاتی ہو۔ آسمان پر موجود یہ عام ستارہ رات کی نمی سے کہتا ہے کہ زہرا جو کہ ایک مشور ستارہ ہے اس نے ایک فرشتے کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم جو کہ آسمان کے پرانے باسی ہو۔ اس سے بہت دور کہیں انسانوں کی بھی ایک بستی موجود ہے لیکن وہ آسمان سے بہت دوری پر ہے۔ ستاروں نے چاند سے بھی انسانوں کی اس دلکش بستی کی محبت کا ذکر سنا ہے۔ ستارے شبنم سے کہتے ہیں کہ تو، جس نے بہت سی دنیاؤں کو دیکھا ہے اس لئے تو نے انسانوں کو بھی ضرور دیکھا ہو گا۔ ہمیں بھی ان کے بارے میں بہت کچھ جاننا ہے۔ تو ان کے حالات سے بخوبی واقف ہو گی۔ ہمیں بھی ان کے حالات سے آگاہ کر۔

ستارے خود کو بد قسمت سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رات کو آسمان پر چمکتے ہیں لیکن دن کی رنگینیوں کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اس کے برعکس وہ انسانوں کی بستی کو بہت خوشحال اور پرسکون سمجھتے ہیں اور شبنم سے کہتے ہیں، وہ زمین پر رہنے والی مخلوق جس سے چاند بھی بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس کے گرد طواف کرتا ہے اس کے بارے میں کچھ تو بتا؟

شاعر زمین پر بسنے والے انسان کی بے ثباتی کا ذکر کر رہے ہیں۔ رات کی نمی جو زمین پر رہنے والوں کے حالات سے بخوبی واقف ہے۔ وہ تاروں کو مخاطب کر کے کہتی ہے کہ تم جس بستی کو پھولوں بھرا باغ سمجھتے ہو۔ وہ بستی تمھارے ان خیالات کے بالکل برعکس ہے۔

شاعر کہتے ہیں کہ زمین پر رہنے والوں کی زندگی اتنی آسان نہیں۔ جتنی تمہیں نظر آتی ہے۔ اگرچہ ایک دور میں وہ عروج حاصل کرتے ہیں لیکن عروج کے بعد انہیں زوال آنا بھی لازم ہے۔ وہاں ہوا بھی ایک وقت کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

لئے آتی ہے اور کچھ ہی لمحے بعد لوٹ کر چلی جاتی ہے وہاں کلی بھی محض مرجھانے کے لئے ہی کھلتی ہے۔ کلی ایک دن پھول کی شکل اختیار تو کرتی ہے لیکن دوسرے دن ہی مرجھا جاتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ زمین پر رہنے والے انسانوں کا بھی یہی حال ہے۔

شاعر نے اس نظم میں چاند کی بھی موضوع بحث بنایا ہے شاعر کے خیال میں چاند جو کہ زمین کا شیدائی ہے اور اس کے گرد طواف اسی لیے کرتا ہے کہ اس کے جگر پر جو داغ ہے کوئی تو اس داغ جگر کو مٹادے گا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ انسان خود بھی داغ جگر کا شکار ہے۔ بقول جناب اسرار زیدی:

"چاند جو زمین کی محبت میں گرفتار ہو کر وہاں کا طواف کرتا ہے نادان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جہاں فانی کی بنیاد محض ہوا پر قائم ہے۔ اور یہ در حقیقت غم واندوہ اور نالہ وفغاں کا مرقع ہے۔"(۲۱)

اس حوالے سے خواجہ حمید یزدانی فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی بنیاد ہوا پر ہے۔ یہ دنیا عارضی و فانی ہے اور فضا کے کاغذ پر فریاد کی تصویر ہے۔ یہ دنیا غموں اور دکھوں کا گھر ہے یہاں کسی کو بھیمستقل طور پر مسرت و شادمانی حاصل نہیں ہوتی"(۲۲)

موضوع کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اس نظم میں شاعر دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کر رہے ہیں۔ شاعر کے خیال میں دنیا کی زندگی چاہے کتنی بھی زیادہ کیوں نہ ہو جائے۔ ایک دن اس کا خاتمہ ضرور ہوتا ہے۔ شاعر زمین پر بسنے والے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چاہے ان کے پاس کتنی بھی مال و دولت ہو آخر کار تمام دولت کو چھوڑ کر خالی ہاتھ جانا ہو گا۔ شبنم بھی ستاروں کو یہی سمجھا رہی ہے کہ تم زمین والوں کو بہت خوش قسمت سمجھتے ہو۔ لیکن ان کی یہ زندگی ساری عمر نہیں رہے گی۔ آخر کار انہیں موت کا مزہ چکھنا ہی ہو گا اور یہی اس دنیا کی اصلیت ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کے حوالے سے اقبال کے اشعار ملاحظہ ہوں:

زندگی وہ ہے کہ جو ہو نہ شناسائے اجل
کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضائے اجل
ہے یہ انجام اگر زینت عالم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر"(۲۳)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، شرح بانگ درا، عشرت پبلشنگ ہاوس، ہسپتال روڈ انارکلی، لاہور، ن-د، ص ۱۳۶

۲ - مہر، غلام رسول، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ادبی مارکیٹ لاہور، ۱۹۸۲، ص ۹۲

۳۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۹۴-۱۱۲

۴۔ ایضاً، ص ۹۷-۱۱۳

۵۔ ندوی، عبدالسلام، اقبال کامل، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۹، ص ۲۰۱

۶۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۹۶-۴۲۰

۷۔ سب رس، حیدرآباد، اقبال نمبر،ص ۷۸

۸۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۱۵۷-۱۷۳

۹۔ مہر، غلام رسول، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ادبی مارکیٹ لاہور، ۱۹۸۲، ص ۱۸۳

۱۰۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، شرح بانگ درا، عشرت پبلشنگ ہاوس، ہسپتال روڈ انارکلی، لاہور، ن-د، ص ۲۶۳

۱۱۔ خاں، یوسف حسین، روح اقبال، کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی، غالب اکیڈمی، ن-د، ص ۴۳

۱۲۔ مہر، غلام رسول، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ادبی مارکیٹ لاہور، ۱۹۸۲، ص ۱۸۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۸۴

۱۴۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۱۵۷-۱۷۴

۱۵۔ زیدی، اسرار، شرح کلیات اقبال، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ن-د، ص ۱۳۰

۱۶۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۱۸۵-۲۰۱

۱۷۔ خاں، یوسف حسین، روح اقبال، کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی، غالب اکیڈمی، ن-د، ص ۸۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-19

۱۸۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، شرح بانگ درا، عشرت پبلشنگ ہاوس، ہسپتال روڈ انارکلی، لاہور، ن-د، ص ۳۲۰

۱۹۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۱۸۶-۲۰۲

۲۰۔ مہر، غلام رسول، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ادبی مارکیٹ لاہور، ۱۹۸۲، ص ۲۲۲

۲۱۔ زیدی، اسرار، شرح کلیات اقبال، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ن-د، ص ۲۶۳

۲۲۔ یزدانی، ڈاکٹر خواجہ حمید، شرح بانگ درا، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۸۰

۲۳۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور،۲۰۰۹، ص ۹۶-۱۱۲